تحریف قرآن کی حقیقت!
ایک تنقیدی جائزہ

آیت اللہ سید ابو القاسم خوئی کا شمار اصول و فقہ کے عظیم ماہرین میں ہوتا ہے۔ علم رجال پر ان کی تالیف "معجم رجال الحدیث" اپنے موضوع پر ایک جدید دائرۃ المعارف کی حیثیت رکھتی ہے۔ انہوں نے قرآن حکیم کی تفسیر "البیان فی تفسیر القرآن" کا آغاز کیا۔ مقدمے کے بعد ابھی تھوڑا سا ہی کام کر پائے تھے کہ بوجوہ یہ ارادہ ترک کر دیا۔ البتہ یہی ایک جلد اس قدر وقیع اور عمیق ہے کہ اسے انتہائی اہمیت حاصل ہوگئی۔ اس کا اردو ترجمہ شیخ محمد شفا نجفی نے کیا ہے۔ اسی میں سے ہم زیر نظر مقالہ موضوع کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ البیان کا یہ ترجمہ جامعہ اہل بیت، ایف سیون فور، اسلام آباد نے شائع کیا ہے۔ ادارہ

موضوع کو شروع کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ کچھ ایسے امور بیان کئے جائیں جن کا اصل مقصد سے تعلق ہے اور مقصد کی تحقیق اور وضاحت کے لئے ان سے بے نیاز نہیں رہا جا سکتا۔

ا۔ معنوی تحریف کی تعریف

لفظ "تحریف" متعدد معنوں میں مشترکہ طور پر استعمال ہوتا ہے۔ ان میں سے بعض معنی میں قرآن میں تحریف بالاتفاق واقع ہوئی ہے اور بعض میں بالاتفاق نہیں ہوئی اور کچھ کے بارے میں اختلاف ہے۔ اس کی وضاحت کچھ اس طرح سے ہے:

ا۔ کسی چیز کو اس کے اپنے اصلی مقام سے ہٹا کر کسی دوسرے مقام پر رکھنے کو تحریف کہتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ

یہود میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو کلمات کو اپنے ٹھکانے سے پھیرتے ہیں اور بدلتے ہیں (تحریف لفظی و معنوی کرتے ہیں) (ا)

قرآن کریم میں تحریف معنوی واقع ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ اس لئے کہ قرآن کے معنی و مقصود کے خلاف تفسیر کرنے کی کوشش کرنا تحریف ہے اور آپ دیکھتے ہیں کہ اہل بدعت اور فاسد مذاہب کے پیروکار ہمیشہ قرآن کی تعبیر اپنی آراء اور خواہشات کے مطابق کر کے تحریف کے مرتکب ہوتے رہے اور اس قسم کی تحریف سے شریعت نے بھی منع فرمایا ہے اور اس قسم کے لوگوں کی مذمت کی گئی ہے۔ چنانچہ امام محمد

باقر علیہ السلام نے سعد الخیر کے نام اپنے ایک خط میں فرمایا:

وکان من نبذهم الکتاب ان اقاموا حروفه و حرفوا حدوده فهم یرونه ولا یرعونه والجهال یعجبهم حفظهم للروایه والعلماء یحزنهم ترکهم للرعایه ...

قرآن کو پس پشت ڈالنے کا ان کا ایک طریقہ یہ تھا کہ انہوں نے حروف قرآن کو تو قائم رکھا لیکن اس کی حدود میں تحریف کی۔ وہ قرآن کی روایت تو کرتے ہیں لیکن اس کی رعایت نہیں کرتے۔ جہلاء اس کی روایت کی حفظ کو پسند کرتے ہیں اور علماء اس کی رعایت کے ترک سے محزون ہوتے ہیں۔ (۲)

ii۔ تحریف کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اصل قرآن تو محفوظ ہے لیکن اس کے حروف اور حرکات میں کمی و زیادتی ہوئی ہے۔ چنانچہ ہم (اپنے مقام پر) ثابت کر چکے ہیں کہ ساری قرائتیں متواتر نہیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن ان قراتوں میں سے ایک قرآت کے مطابق ہے اور باقی قرائتیں یا زیادتی پر مشتمل ہیں یا ان میں کمی واقع ہوئی ہے۔

iii۔ تحریف کا ایک معنی یہ لیا جاتا ہے کہ ایک یا دو کلموں کی کمی یا زیادتی ہوئی ہے اور خود اصل قرآن محفوظ ہے۔ اس اعتبار سے صدر اسلام اور صحابہ کرام کے دور میں تحریف بنتی ہے اور اس ضمن میں مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہی کافی ہے کہ حضرت عثمان نے متعدد قرآنوں کو جلا دیا تھا اور انہوں نے (مختلف صوبوں میں) اپنے والیوں کو حکم دیا تھا کہ وہ ہر اس قرآن کو جلا ڈالیں جو ان کا جمع کردہ نہیں ہے اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ قرآن حضرت عثمان کے جمع کردہ قرآن سے مختلف تھے، ورنہ انہیں جلانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ علماء نے وہ مقامات بھی اپنی تحریروں میں بیان کئے ہیں جہاں مختلف قرآنوں میں اختلاف موجود ہے۔ جیسا کہ عبداللہ بن داؤد سجستانی نے اپنی کتاب "کتاب المصاحف" میں تحریر و تدوین کیا ہے۔ بنا بر ایں اس قسم کی تحریف حضرت عثمان کی طرف سے یا دوسرے قرآن لکھنے والوں کی طرف سے یقیناً" واقع ہوئی تھی۔

ہم آگے چل کر یہ بات بھی واضح کریں گے کہ حضرت عثمان نے جس قرآن کو جمع کرنے کا اہتمام کیا تھا وہ عیناً" وہی قرآن تھا جو مسلمانوں میں رائج تھا اور حضرت رسول کریمؐ کے زمانے سے دست بہ دست ان تک پہنچا تھا۔ اس لئے تحریف زیادتی و کمی کی صورت میں اگر واقع ہوئی ہے تو ان قرآنوں میں واقع ہوئی تھی جو حضرت عثمان کے زمانے کے بعد ختم ہو گئے تھے اور اس وقت جو قرآن ہمارے ہاتھ میں ہے اس میں نہ کوئی کمی ہے اور نہ کوئی زیادتی۔

مختصر یہ کہ جو لوگ دیگر اصحاب کے مصاحف متواتر نہ ہونے کے قائل ہیں جیسا کہ صحیح بھی ہے تو اس معنی میں اگرچہ تحریف صدر اول میں واقع ہوئی تھی لیکن حضرت عثمان کے دور کے بعد اس قسم کی تحریف منقطع ہو گئی اور وہی قرآن ہمارے پاس رہ گیا جو رسول اکرمؐ سے تواتراً" ثابت ہے۔

جو لوگ تمام قرائتوں کے متواتر ہونے کے قائل ہیں ان کو لامحالہ متنازع معنی میں تحریف قرآن اور قرآن کے کسی حصے کے ضائع ہونے کا قائل ہونا ہوگا۔ اس سلسلے میں طبری اور دوسرے لوگوں کی تصریح کا ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت عثمان نے سات حروف میں سے چھ کو کالعدم کر دیا جن میں قرآن نازل ہوا تھا اور قرآن کو ایک ہی حرف میں منحصر کر دیا۔

vi۔ قرآنی آیات اور سورتوں میں کمی و زیادتی واقع ہوئی ہو لیکن پھر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل شدہ قرآن محفوظ ہو اور رسول کریمؐ نے بھی مسلمہ طور پر ان آیات کی تلاوت فرمائی ہو۔

مثلاً" بسم اللہ کے بارے میں مسلمانوں نے اتفاق کیا ہے کہ رسول کریمؐ نے سورہ برات کے علاوہ تمام سورتوں سے پہلے بسم اللہ کی تلاوت فرمائی ہے' اس کے باوجود علماء اہل سنت کا اختلاف ہے کہ آیا بسم اللہ قرآن کا حصہ ہے ؟

ان میں سے بعض نے یہی نظریہ اختیار کیا ہے کہ بسم اللہ قرآن کا حصہ نہیں ہے بلکہ مالکی نظریہ ہے کہ نماز میں سورۃ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر نمازی اختلاف سے نکلنے کے لئے اس کو پڑھے تو مکروہ نہیں ہے۔

ایک اور جماعت کا کہنا ہے کہ بسم اللہ قرآن کا حصہ ہے۔ شیعوں کے نزدیک مسلم ہے کہ بسم اللہ سوائے سورہ توبہ کے باقی سورتوں کا جزء ہے اور یہ قول بعض علماء اہل سنت نے بھی اختیار کیا ہے۔ چنانچہ اس کی تفصیل سورہ فاتحہ کی تفسیر کے دوران میں بیان کی جائے گی۔ اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ قرآن میں (مثلاً" بسم اللہ ہی کے بارے میں تو) کمی یا زیادتی واقع ہوئی ہے۔

v۔ تحریف کا پانچواں معنی یہ ہے کہ جو قرآن اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے اس کا کچھ حصہ قرآن نہیں ہے۔

تحریف کی اس قسم کے باطل ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ بلکہ اس کا باطل ہونا بدیہی و آشکار ہے۔

iv۔ کمی کے اعتبار سے تحریف ہو۔ یا بہ معنی کہ اس وقت جو قرآن ہمارے ہاتھ میں ہے وہ اس سارے قرآن پر مشتمل نہ ہو جو آسمانوں سے نازل ہوا ہے بلکہ اس کا کچھ حصہ لوگوں کے ہاتھ سے ضائع ہو گیا ہو۔

اس معنی میں تحریف محل بحث ہے۔ بعض اس تحریف کے قائل ہیں اور بعض منکر ہیں۔

تحریف کے بارے میں مسلمانوں کا نظریہ

مسلمانوں میں مشہور قول یہی ہے کہ قرآن میں تحریف واقع نہیں ہوئی اور جو قرآن اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے وہ وہی مکمل قرآن ہے جو رسول کریمؐ پر نازل ہوا ہے۔ بہت سے علماء اعلام نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ جیسے رئیس المحدثین شیخ صدوق محمد بن بابویہ ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ عقیدہ عدم تحریف عقائد امامیہ کا حصہ ہے۔ انہی علماء میں شیخ ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی ہیں' جنہوں نے اپنی تفسیر التبیان میں اس

کی تصریح فرمائی ہے اور اس قول کو اپنے محترم استاد سید مرتضیٰ علم الہدیٰ سے نقل فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے عدم تحریف پر علم الہدیٰ کی نہایت مضبوط دلیل بھی نقل کی ہے۔

انہی علماء میں مشہور مفسر طبرسی بھی شامل ہیں جنہوں نے اپنی تفسیر مجمع البیان کے مقدمے میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

انہی علماء میں سے شیخ الفقہاء الشیخ جعفر بھی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب "کشف الغطاء" میں قرآن پر بحث کے دوران میں عدم تحریف پر اجماع کا دعوی فرمایا ہے۔

انہی علماء میں جلیل القدر علامہ شہشانی بھی شامل ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب "العروۃ الوثقی" میں قرآن مجید پر بحث کے دوران میں اسی نظریے کو اختیار کیا ہے اور اکثر مجتہدین کی طرف اس قول کی نسبت دی ہے۔

مشہور محدث مولی محسن کاشانی بھی انہی علماء میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنی دونوں کتب (۳) میں اسی قول کو اختیار فرمایا ہے۔

عالم جلیل اور مجاہد شیخ محمد بلاغی بھی انہی علماء میں سے ہیں۔ انہوں نے بھی اپنی تفسیر "آلاء الرحمٰن" میں یہی فرمایا ہے۔

علماء کی ایک جماعت نے بھی عدم تحریف کا قول بہت سے بزرگ علماء سے نقل کیا ہے۔ جیسا کہ شیخ المشائخ شیخ مفید، شیخ بہائی، محقق قاضی نوراللہ اور اس پایہ کے دیگر علماء کرام ہیں۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ شیعہ علما میں سے جس نے بھی امامت کے موضوع پر کتاب لکھی ہے اور اس سلسلے میں جو ناخوشگوار واقعات تاریخ میں پیش آئے ہیں، ان سب کا ذکر انہوں نے کیا ہے لیکن تحریف قرآن کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ لہٰذا اگر ان کا نظریہ تحریف قرآن کا ہوتا تو وہ ضرور اس کا ذکر کرتے۔ اس لئے کہ یہ بات قرآن کو نذر آتش کرنے کے واقعہ سے کہیں زیادہ اہم اور قابل ذکر ہے۔

مختصر یہ کہ علماء محققین میں یہ امر مسلم ہے کہ قرآن میں تحریف نہیں ہوئی۔ البتہ شیعوں میں محدثین کی ایک جماعت اور کچھ علمائے اہل سنت تحریف کے قائل ہیں۔

رافعی کہتے ہیں:

"اہل کلام میں سے کچھ لوگ، جن کو سوائے ظن و تاویل اور ہر امر اور قول میں جدلی اسلوب اختیار کرنے کے، اس فن میں دست رسی حاصل نہیں تھی، کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ قرآن میں سے کچھ چیزیں ساقط ہو گئی ہوں۔ یہ بات انہوں نے جمع قرآن کے سلسلے میں واقع ہونے والے حالات سے اخذ کی ہے۔ (۴)

طبرسی نے "مجمع البیان" میں تحریف قرآن کے قول کو اہل سنت کے ایک مذہب "حشویہ" کی طرف نسبت دی ہے۔

عنقریب آپ کے سامنے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ نسخ تلاوت عیناً تحریف ہے۔ بنابرایں نسخ تلاوت

کے نظریہ، جو علماء اہل سنت میں مشہور ہے، کا لازمہ یہ ہے کہ تحریف کا نظریہ بھی مشہور ہو (یعنی جس کے نزدیک نسخ تلاوت مشہور ہے اس کے نزدیک تحریف قرآن بھی مشہور ہونا چاہیے)۔

۳۔ نسخ تلاوت

اکثر علما اہل سنت نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ قرآن کی بعض آیات کی تلاوت منسوخ ہو گئی ہے اور بعض روایات میں وارد شدہ ان الفاظ : **انه كان قرآناً على عهد رسول الله** یہ رسولؐ کے عہد میں قران کا حصہ تھا کو انہوں نے نسخ تلاوت سمجھا ہے۔ پس ہمارے لئے مناسب ہے کہ اس قسم کی روایات کا ذکر کریں تاکہ واضح ہو جائے کہ اس قسم کی روایات کو مان لینا تحریف قرآن کو ماننے کے مترادف ہے :

۱۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے منبر پر فرمایا :

خدا نے محمدؐ کو برحق مبعوث فرمایا اور آپؐ پر کتاب نازل فرمائی ۔ اس کتاب میں آیہ رجم بھی تھی۔ ہم نے اس کی تلاوت کی، اس کو سمجھا اور اسے یاد کیا۔ اسی لئے جب رسول اللہ نے سنگساری فرمائی اس کے بعد ہم نے بھی سنگساری کی۔ مگر مجھے ڈر ہے کہ اس امت پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ جب کوئی کہنے والا یہ کہے گا کہ قسم بخدا آیہ رجم قرآن میں نہیں ہے اور اس طرح خدا کا حکم ترک ہو جائے گا اور لوگ گمراہی میں مبتلا ہو جائیں گے، ہاں ! رجم یعنی سنگساری کا حکم قرآن میں ہر اس مرد اور عورت کے لئے معین ہے جو بیوی رکھنے کے باوجود زنا کا مرتکب ہو اور جو آیہ ہم قرآن میں پڑھتے تھے وہ یہ تھی : **ان لا ترغبوا عن آبائكم فانه كفر بكم ان ترغبوا عن آبائكم** یا وہ اس طرح تھی :

ان كفراً بكم ان ترغبوا عن آبائكم (۵)

سیوطی لکھتے ہیں کہ ابن اشتر نے اپنی کتاب "مصاحف" میں لیث بن سعد سے روایت کی ہے :

"سب سے پہلے حضرت ابوبکر نے قرآن جمع کیا اور زید نے ان کے لئے لکھا اور جب حضرت عمر آیہ رجم لے کر آئے تو اس نے اسے نہیں لکھا، اس لئے کہ حضرت عمر اکیلے تھے۔ (٦)

آیہ رجم، جس کے بارے میں حضرت عمر کا دعویٰ ہے کہ یہ قرآن کا حصہ ہے اور اسے قبول نہیں کیا گیا، اس کی چند صورتیں روایت ہوئی ہیں اور ان میں سے بعض یہ ہیں :

i۔ **اذا زنى الشيخ والشيخة فارجموهما البتة نكالاً من الله والله عزيز حكيم**

ii۔ **الشيخ والشيخة فارجموهما البته بما قضيا من اللذة**

iii۔ **ان الشيخ و الشيخة اذا زنيا فارجموهما البتة**

بہر حال موجودہ قرآن میں ایسی کوئی آیت نہیں ہے جس سے رجم کا حکم نکالا جا سکے۔ پس اگر یہ روایت صحیح ہے تو قرآن سے یہ آیت حتماً ساقط ہو گئی ہے۔

۲۔ طبرانی نے موثق سند سے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی ہے :

"قرآن دس لاکھ ستائیس ہزار حروف پر مشتمل ہے" (۷)

جبکہ جو قرآن اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے یہ اس مقدار کا ایک تہائی بھی نہیں ہے۔ بنابراین قرآن دو تہائی سے زیادہ ساقط ہو گیا ہے۔

۳۔ ابن عباس نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا:

اللہ تعالی نے محمدؐ کو برحق مبعوث فرمایا اور آپؐ پر کتاب نازل فرمائی۔ اس میں سنگساری کی آیہ بھی تھی۔ رسول اللہ نے سنگساری فرمائی۔ اس کے بعد ہم نے بھی سنگساری کی ۔ پھر کہا: ہم اس آیہ کو اس طرح پڑھتے تھے: **ولا ترغبوا عن آبائکم فانه کفر بکم** یا اس طرح پڑھتے تھے: **ان کفرا بکم ان ترغبوا عن آبائکم** (۸)

۴۔ نافع روایت کرتا ہے کہ ابن عمر نے کہا:

تم میں سے شاید کوئی یہ کہے کہ اس نے پورا قرآن پڑھ لیا ہے۔ اسے کیا پتہ کہ یہ پورا قرآن نہیں ہے اور اس کا ایک کثیر حصہ ضائع ہو چکا ہے۔ لہٰذا اسے یہ کہنا چاہیے کہ اس قرآن کا وہ حصہ اس نے لیا ہے جو موجود ہے ۔ (۹)

۵۔ عروۃ بن زبیر حضرت عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا:

رسول اکرمؐ کے زمانے میں سورہ احزاب دو سو آیات پر مشتمل ہوا کرتی تھی لیکن جب حضرت عثمان نے قرآن لکھا تو اس وقت وہی سورے رہ گئے جو اب ہمارے ہاتھ میں موجود ہیں ۔(۱۰)

58

۶۔ ابو یونس کی دختر حمیدہ ناقل ہے:

میرے والد جو ۸۰ سالہ تھے، حضرت عائشہ کے قرآن سے یہ آیہ پڑھا کرتے تھے:

ان اللہ و ملائکته یصلون علی النبی یا ایها الذین آمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما' وعلی الذین یصلون الصفوف الاول۔

حمیدہ کہتی ہے:

یہ قرآن میں حضرت عثمان کے تغیر و تبدل کرنے سے پہلے کی بات ہے۔ (۱۱)

۷۔ ابو حرب بن ابی اسود اپنے والد سے نقل کرتا ہے:

ابو موسی اشعری نے بصرہ کے قاریوں کی دعوت کی اور یہ تین سو افراد تھے جو سب کے سب قاری تھے جب یہ لوگ ابو موسی کے گھر میں داخل ہوئے تو ابو موسی نے ان سے کہا:

دیکھو! تم بصرہ کے نیک اور قاری حضرات ہو قرآن کی تلاوت کرو اور لمبی لمبی آرزوئیں نہ رکھو تاکہ تم کہیں قسی القلب نہ ہو جاؤ۔ جس طرح تم سے پہلے کے لوگ قسی القلب ہو گئے تھے۔ ہم ایک سورہ پڑھا کرتے تھے جو طویل اور سخت لہجے کے اعتبار سے سورہ برات کی مانند تھا، لیکن اب میں اسے بھول چکا ہوں۔ اس میں سے مجھے صرف اتنا یاد ہے: **لو کان لابن آدم وادیان من مال لا بتغی وادیا ثالثا ولا یملا جوف ابن آدم الا التراب** اس کے علاوہ ہم ایک اور سورہ بھی پڑھا کرتے تھے جو "مسبحات" کی مانند تھا۔ اسے بھی بھول چکا ہوں اور اس میں

سے مجھے صرف اتنا یاد ہے: **یا ایھاالذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون' فتکتب شھادۃ فی اعناقکم فتسالون عنھا یوم القیامہ** (۱۲)

۸۔ زر روایت کرتا ہے کہ ابی ابن کعب نے مجھ سے کہا:

تم سورہ احزاب میں کتنی آئتیں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا: تہتر آیات۔ اس نے کہا: ایسا نہیں ہے بلکہ اس کی آئتیں سورہ بقرہ جتنی یا اس سے بھی زیادہ تھیں۔ (۱۳)

۹۔ ابن ابی داؤد اور ابن انباری نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ ابن شہاب نے کہا:

ہم نے سنا تھا کہ بہت سارا قرآن نازل ہوا تھا لیکن علماء و حفاظ قرآن جنگ یمامہ میں قتل ہو گئے جس کی وجہ سے قرآن کا ایک بڑا حصہ لکھا نہ جا سکا اور ضائع ہو گیا۔ (۱۴)

۱۰۔ عمرۃ نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا:

شروع میں یہ آیہ بھی شامل تھی: **عشر رضعات معلومات یحرمن** اور یہ آیہ اس آیہ کے ذریعے منسوخ ہو گئی: **خمس معلومات** لیکن رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ آئتیں قرآن کی دوسری آیات کے ساتھ پڑھی جاتی تھیں۔ (۱۵)

۱۱۔ مسور بن مخرمہ نقل کرتا ہے::

حضرت عمر نے عبدالرحمٰن بن عوف سے پوچھا: آیہ **ان جاھدوا کما جاھدتم اول مرۃ** ہمیں تو نہیں مل رہی کیا یہ تمہیں بھی نہیں مل رہی؟ عبدالرحمٰن نے جواب دیا: یہ آیہ بھی دوسری آئتوں کی طرح قرآن میں سے ضائع کر دی گئی ہے۔ (۱۶)

۱۲۔ ابوسفیان کلاعی کہتا ہے کہ **مسلمۃ** بن مخلد انصاری نے ایک دن لوگوں سے کہا:

بتاؤ! وہ کون سی دو آئتیں ہیں جو قرآن کا حصہ تو ہیں لیکن وہ قرآن میں لکھی نہیں گئیں۔ حاضرین جن میں ابو الکنود سعد بن مالک بھی تھے' میں سے کسی نے بھی جواب نہ دیا۔ ابن **مسلمۃ** نے کہا: وہ دو آئتیں یہ ہیں:

ان الذین آمنوا و ھاجروا و جاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم و انفسھم الا ابشروا انتم المفلحون والذین آو وھم و نصروھم و جادلوا عنھم القوم الذین غضب اللہ علیھم اولئک لا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون۔ (۱۷)

مختلف اسناد سے نقل کیا گیا ہے کہ مصحف ابن عباس اور ابی بن کعب میں "خلع اور "حفد" نامی دو سورتیں موجود تھیں۔ یہ دو آئتیں انہی سورتوں کی ہیں:

الھم انا نستعینک و نستغفرک و نثنی علیک ولا نکفرک و نخلع و نترک من یفجرک اللھم ایاک نعبد ولک نصلی و نسجد والیک

نسعی و نحفد نرجو رحمتک و نخشی عذابک ان عذابک بالکافرین ملحق۔

ان کے علاوہ اور بھی روایات ہیں لیکن یہاں ان سب کو تفصیل سے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے(۱۸)۔ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ نسخ تلاوت کا قائل ہونا عینا تحریف کا قائل ہونا ہے۔

وضاحت: نسخ تلاوت یا رسول کریمؐ کے زمانے میں ہوئی ہو گی یا آپ کے بعد ان لوگوں کی طرف سے ہوئی ہو گی جنہوں نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔

جو لوگ نسخ تلاوت کے قائل ہیں اگر ان کی مراد یہ ہے کہ خود پیغمبر اکرمؐ سے نسخ واقع ہوا ہے تو یہ دلیل کا محتاج ہے۔ اسے ثابت کرنا پڑے گا اور تمام علماء کرام کا اتفاق ہے کہ خبر واحد کے ذریعے نسخ کتاب (قرآن) جائز نہیں ہے۔ چنانچہ علماء کی ایک جماعت نے کتب اصول وغیرہ (۱۹) میں اس بات کی تصریح کی ہے بلکہ امام شافعی اور ان کے اکثر پیروکار اور ایسے اکثر علماء جو ظاہر قرآن پر عمل کرتے ہیں خبر متواتر کے ذریعے بھی نسخ کتاب (قرآن) کو جائز نہیں سمجھتے۔

ایک اور نقل کے مطابق امام احمد بن حنبل کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ بعض علماء ایسے ہیں جو خبرمتواتر کے ذریعے نسخ کتاب کو جائز تو سمجھتے ہیں لیکن اس کے وقوع پذیر ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ (۲۰)

بنا برایں خبرواحد کی بنیاد پر نسخ کتاب کو رسول اسلامؐ کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ نسخ کتاب کی نسبت رسول اکرم کی طرف دینا ان روایات کے منافی بھی ہے جن کے مطابق قرآن کا کچھ حصہ آپؐ کے بعد ضائع ہو گیا ہے۔

اگر مراد یہ ہو کہ نسخ تلاوت رسول کریمؐ کے بعد ان لوگوں سے ہوا ہے جو بر سر اقتدار تھے تو یہ عینا" تحریف ہے۔ بنابرایں یہ کہا جا سکتا ہے کہ علماء اہل سنت کی اکثریت تحریف کی قائل ہے۔ کیونکہ ان کی اکثریت نسخ تلاوت کی قائل ہے۔ چاہے نسخ تلاوت کے ساتھ آیہ کے حکم کو بھی نسخ کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو۔

چنانچہ بعض علما اہل سنت میں سے ماہرین علم اصول اس مسئلہ میں تردد سے کام لیتے ہیں کہ آیا مجنب کے لئے نسخ شدہ آیات کی تلاوت یا انہیں چھونا جائز ہے؟ بعض کے نزدیک نسخ شدہ آیات کو پڑھنا اور چھونا جائز نہیں ہے۔ البتہ بعض معتزلہ کا نظریہ ہے کہ نسخ تلاوت جائز نہیں ہے۔ (۲۱)

مقام تعجب ہے کہ علمائے اہل سنت کی ایک جماعت تحریف کے قول کو کسی بھی سنی عالم کی طرف نسبت دینے پر راضی نہیں ہے۔ حتی کہ آلوسی نے صاحب "مجمع البیان" طبرسی کی اس بات کی تکذیب کی ہے کہ اہل سنت کا ایک فرقہ "حشویہ" تحریف کا قائل ہے۔ آلوسی کہتے ہیں: علماء اہل سنت میں سے کوئی بھی تحریف کا قائل نہیں ہے۔

اس سے زیادہ تعجب آلوسی کی اس بات پر ہوتا ہے کہ طبرسی تحریف کا انکار کر کے اپنے ہم مسلک دوسرے علمائے شیعہ پر عقیدہ تحریف کا جو دھبہ لگا ہے' اس کو چھپانا چاہتے ہیں (۲۲) حالانکہ (البیان کی) گزشتہ

مباحث میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ شیعوں میں مشہور قول یہی ہے اور شیعہ علماء و محققین کا اتفاق ہے کہ تحریف نہیں ہوئی بلکہ مرحوم طبرسی نے اپنی تفسیر "مجمع البیان" میں عدم تحریف پر سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کے طویل کلام اور ان کی محکم دلیل کو بھی نقل فرمایا ہے۔

تحریف' قرآن کی نظر میں

اس تمہیدی بحث کے بعد ہم اصل مطلب پر آتے ہیں:

حق یہی ہے کہ تحریف متنازعہ فیہ معنوں میں قرآن میں بالکل واقع نہیں ہوئی۔ ذیل میں ہم عدم تحریف پر دلائل پیش کرتے ہیں:

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون

بے شک ہم ہی نے قرآن نازل کیا اور ہم ہی تو اس کے نگہبان بھی ہیں۔ (۲۳)

یہ آیہ کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن محفوظ ہے اور کوئی بھی مجرم اس میں کسی قسم کی کمی کرنے یا اس سے کھیلنے کی جسارت نہیں کر سکا۔ البتہ جو حضرات تحریف کے قائل ہیں انہوں نے اس آیہ کی چند تاویلیں کی ہیں:

ا۔ اس آیہ شریفہ میں ذکر سے مراد خود رسول اللہؐ کی ذات ہے اور قرآن میں ذکر رسول کے معنی میں استعمال ہوا ہے' چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

قد انزل اللہ الیکم ذکراً رسولا یتلوا علیکم آیات اللہ: ۱۱

بنا بر ایں مذکورہ آیت کا ترجمہ یہ ہوگا: ہم نے رسول بھیجا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

جواب ا اس تاویل کا بطلان صاف ظاہر ہے۔ اس لئے کہ دونوں آیات میں ذکر سے مراد قرآن ہے نہ کہ رسولؐ کی ذات۔ اس لئے کہ ان آیتوں میں "تنزیل" اور "انزال" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو قرآن سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اگر ذکر سے مراد رسول اللہ کی ذات ہوتی تو "انزال" کے بجائے "ارسال" یا ارسال کے معنی سے ملتا جلتا کوئی دوسرا الفاظ ہوتا۔ اس کے علاوہ اگر دوسری آیہ (الطلاق: ۱۰) میں یہ احتمال (ذکر بمعنی رسول) صحیح بھی ہو تو پہلی آیہ (الحجر۔ ۹) میں ذکر بمعنی رسول نہیں ہو سکتا' کیونکہ اس سے پہلے یہ آیہ ہے:

وقالوا یا ایھا الذی نزل علیه الذکر انک لمجنون

(اے رسول کفار مکہ تم سے) کہتے ہیں کہ اے وہ شخص (جو یہ خیال کرتا ہے) کہ اس پر وحی اور کتاب نازل ہوئی ہے تو تو (اچھا خاصا) مجنون ہے۔ (۲۵)

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا کہ اس آیہ شریفہ میں ذکر بمعنی قرآن ہے اور یہ اس بات کا قرینہ اور موید ہے کہ بعد ولی آیہ (آیہ حفظ) میں بھی ذکر سے مراد قرآن ہے۔

ii۔ دوسری تاویل یہ کی جاتی ہے کہ اس آیہ میں حفظ سے مراد قرآن کا ہر قسم کے اعتراضات اور تنقیدوں سے

محفوظ رہتا ہے اور قرآن کے بلند معانی اور تعلیمات باطل نہیں ہو سکتیں۔
جواب ؛ اس تاویل کا باطل ہونا پہلے سے بھی زیادہ آشکار ہے کیونکہ اگر اعتراض سے مراد یہ ہو کہ قرآن کفار کی تنقیدوں سے محفوظ ہے تو یقیناً" یہ باطل ہے اس لئے کہ کفار کی طرف سے قرآن پر اتنے اعتراضات ہوئے ہیں کہ جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔

اگر اعتراض سے مراد یہ ہو کہ قرآن کی روش و اسلوب اتنا مستحکم و منفرد ہے کہ کوئی معترض اس پر صحیح و بجا اشکال نہیں کر سکتا اور کسی کے شک و تردد سے اس میں کسی قسم کا تزلزل نہیں آسکتا تو یہ بات اپنے مقام پر صحیح ہے لیکن یہ نزول قرآن کے بعد اس کے تحفظ سے مربوط نہیں ہے۔ جیسا کہ آیہ کا مفہوم ہے کیونکہ قرآن اپنی خصوصیات کے اعتبار سے خود اپنا محافظ ہے اور اس کے لئے وہ کسی دوسرے محافظ کا محتاج نہیں ہے۔ چنانچہ آیہ کا مفہوم بھی یہی ہے کہ نزول قرآن کے بعد اس کا تحفظ اللہ کے ذمے ہے۔
iii تیسری تاویل یہ کی گئی ہے کہ آیہ کریمہ میں قرآن سے مراد قرآن کے تمام نسخے نہیں بلکہ فی الجملہ کوئی قرآنی نسخہ ہے۔ بنا برایں ممکن ہے آیہ شریفہ اس قرآن کی طرف اشارہ کر رہی ہو جو حضرت امام مہدی کے پاس محفوظ ہے۔
جواب ؛ یہ احتمال تمام احتمالات سے زیادہ ناقابل توجہ ہے۔ کیونکہ اگر قرآن محفوظ ہے تو اسے جن کے لئے نازل کیا گیا ہے یعنی عام لوگوں کے لئے محفوظ رہنا چاہیے۔ صرف امام (ع) کے پاس محفوظ رہنا تو ایسا ہی ہے جیسے لوح محفوظ میں محفوظ ہو یا ایک فرشتے کے پاس محفوظ ہو۔ یہ ایک بے ربط مطلب لگتا ہے اور یہ ایسا ہے کہ جیسے کوئی کہے کہ میں نے آپ کو ایک تحفہ بھیجا ہے اور وہ میرے یا میرے کسی خاص آدمی کے پاس محفوظ ہے۔

یہ قول انتہائی تعجب خیز ہے کہ آیہ کریمہ میں حفظ قرآن سے مراد کسی ایک قرآنی نسخے کی حفاظت ہے تمام قرآنی نسخوں کی حفاظت نہیں۔ گویا کہ یہ لوگ اس خوش فہمی کا شکار ہیں کہ ذکر سے مراد وہ قرآن ہے جو تحریر میں آجائے یا جس کا تلفظ کیا جائے اور اس کے متعدد نسخے بنے ہوں۔ حالانکہ ذکر سے مراد یہ نہیں ہے کیونکہ قرآن مکتوب یا قرآن ملفوظ کو کوئی دوام حاصل نہیں ہے بنا برایں آیہ حفظ سے قرآن مکتوب مراد نہیں لیا جا سکتا۔

ذکر سے مراد وہ مطالب، معانی و مفاہیم ہیں جن کو قرآن مکتوب یا قرآن ملفوظ کے ذریعے ادا کیا جائے اور یہی وہ معانی ہیں جو رسول اللہؐ پر نازل کئے گئے ہیں اور اس کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ خالق نے اس کو مفاد پرست لوگوں کے ہاتھوں کھلونا بننے اور ضائع ہونے نہیں دیا اور عام انسانوں کی اس تک رسائی ہو سکتی ہے۔ یہ ایسا ہے جیسا کہ ہم یہ کہیں کہ فلاں شاعر کا قصیدہ اور کلام محفوظ ہے۔ اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ یہ کلام محفوظ ہے اور ضائع نہیں ہوا بایں معنی کہ اس تک بہر حال رسائی حاصل ہو سکتی ہے۔
ہاں ! اس مقام پر ایک اور شبہ موجود ہے جس کے ذریعے عدم تحریف پر آیہ کریمہ سے استدلال کو رد کیا

جاتا ہے۔ اس شبہ کا خلاصہ یہ ہے کہ فریق مخالف جو تحریف کا مدعی ہے وہ اس (زیر بحث) آیہ شریفہ میں بھی تحریف کا احتمال دیتا ہے کیونکہ یہ بھی قرآن ہی کا ایک حصہ ہے جس میں تحریف واقع ہوئی ہے۔ بنابرایں جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ قرآن میں تحریف واقع نہیں ہوئی اس آیہ شریفہ سے یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اس میں وہی لوگ مبتلا ہو سکتے ہیں جنہوں نے عترت پیغمبرؐ کو خلافت الٰہیہ سے محروم کر دیا اور ان کے اقوال و افعال پر ایمان نہیں لائے۔ ان لوگوں کے پاس اس شبہ کا کوئی حل نہیں ہے۔

لیکن جن لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ عترت پیغمبرؐ مخلوق پر حجت خدا اور وجوب اطاعت میں قرآن کے ہم پلہ ہے' ان کے نزدیک یہ شبہ بے وزن ہے کیونکہ عترت پیغمبرؐ کا موجودہ قرآن سے استدلال کرنا اور اپنے اصحاب کے استدلال پر راضی ہونا' اس بات کی دلیل ہے کہ موجودہ قرآن حجت اور واجب العمل ہے' اگرچہ کوئی اس کی تحریف کا قائل ہو۔ البتہ تحریف کی صورت میں کتاب اس وقت حجت ہوگی جب پیغمبرؐ اس کی تائید و تصدیق کرے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وانه لكتاب عزيز**

اور یہ قرآن تو یقیناً ایک عالی رتبہ کتاب ہے۔ (۲۶)

لا ياتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم حميد

جھوٹ نہ تو اس کے آگے ہی پھٹک سکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے اور خوبیوں والے دانا (خدا) کی بارگاہ سے نازل ہوئی ہے۔ (۲۷)

اس آیہ شریفہ کا مفہوم یہ ہے کہ باطل کی تمام قسمیں قرآن مجید سے دور ہیں۔ اس لئے کہ جب کسی چیز کے اصل وجود کی نفی کی جائے تو اس کی تمام قسموں اور مصادیق کی نفی ہو جاتی ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ تحریف باطل کی قسموں میں سے ایک قسم ہے لہٰذا یہ قرآن کے نزدیک بھی نہیں جا سکتی۔

اعتراض: ہماری اس دلیل پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس آیہ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے احکام میں کسی قسم کی تناقض گوئی نہیں ہے اور اس کی کوئی خبر جھوٹی نہیں ہو سکتی' چنانچہ اس تاویل کی تائید میں علی بن ابراہیم قمی کی روایت پیش کی جاتی ہے جو انہوں نے اپنی تفسیر میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ امام نے فرمایا:

لا ياتيه الباطل من قبل التوارة ولا من قبل الانجيل' والزبور' ولا من خلفه اى لاتيه من بعد كتاب يبطله۔

نہ تو قرآن تورات' انجیل اور زبور کے ذریعے باطل قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ قرآن کے بعد کوئی ایسی کتاب آ سکتی ہے جس سے قرآن باطل ہو جائے۔

اس کے علاوہ مجمع البیان کی روایت بھی بطور ثبوت پیش کی جاتی ہے جو امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے۔ آپ (ع) فرماتے ہیں:

لیس فی اخبارہ عما مضی باطل ولا فی اخبارہ عما یکون فی المستقبل باطل

نہ قرآن کی گذشتہ سے متعلق خبروں میں باطل کا شائبہ ہے اور نہ مستقبل سے متعلق پیشگوئیوں میں۔

جواب: اس روایت کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ باطل صرف اس چیز میں منحصر ہے جس کا روایت میں ذکر ہے تاکہ آیہ شریفہ باطل کی تمام قسموں کی نفی کر سکے خصوصاً" جب ہم ان روایات کو دیکھتے ہیں جو یہ کہتی ہیں کہ قرآن کے معانی اور مفاہیم کسی خاص زمان یا مکان سے مختص نہیں بلکہ یہ ہر دور ہر مکان اور ہر موقع کے لئے ہیں۔ بنا برایں آیہ کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن ہر دور میں باطل کی تمام اقسام سے منزہ و مبرا رہا ہے لہٰذا قرآن کی تحریف سے بھی پاک ہونا چاہیے جو باطل کی ایک اہم اور واضح قسم ہے۔

تحریف کے باطل (جس کی آیہ' قرآن سے نفی کرتی ہے) کے ذیل میں آنے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ آیہ کریمہ میں عزت کو کتاب کی صفت کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور کسی بھی چیز کے عزیز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں تغیر و تبدل اور ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہو۔

پس آیہ کریمہ میں باطل سے صرف تناقض اور کذب مراد لینا کتاب کے عزیز ہونے سے ہم آہنگ نہیں' کتاب تبھی عزیز ہو گی جب یہ ہر قسم کے باطل سے پاک و منزہ ہو۔ (باقی آئندہ)

حوالہ جات

۱۔ النساء' ۸۲

۲۔ الوافی' آخر کتاب الصلوۃ' ج۵' ص ۲۷۴

۳۔ الوافی' ج۵ ص۲۷۴ اور علم الیقین ص ۱۳۰

۴۔ اعجاز القرآن' ص۴۱

۵۔ صحیح بخاری' ج۸ ص۲۶۔ صحیح معلم' ج۵' ص۱۱۶

۶۔ الاتقان' ج۱' ص۱۰۱

۷۔ الاتقان' ج۱' ص۱۲۱

۸۔ مسند احمد' ج۱ ص۴۸

۹۔ الاتقان' ج۲ ص۴۰--۴۱

۱۰۔ الاتقان' ج۲' ص۴' ۴۱

۱۱۔ الاتقان ج۲' ص۴۰--۴۱

۱۲۔ صحیح مسلم' ج۳ ص۱۰۰

۱۳۔ منتخب کنز العمال یا حاشیہ مسند احمد' ج۲'ص ۴۳

۱۴۔ ن' مصدر' ص۵۰ ۱۵۔ صحیح مسلم' ج۴ ص۱۶۷

۱۶۔ الاتقان ج۲' ص۴۲ ۱۷۔ن' مصدر

۱۸۔ ن' مصدر ص۱۲۲' ۱۲۳

۱۹۔ الموفقات لابی اسحاق الشاطبی' ج۳' ص۱۰۶ طبع الرحمانیہ مصر

۲۰۔ الاحکام فی اصول الاحکام آلامدی' ج۳' ص۲۱۷

۲۱۔ ن' مص'ص۲۰۱--۲۰۳ ۲۲۔ روح المعانی' ج۱' ص۲۴

۲۳۔ الحجر' ۹ ۲۴۔ طلاق ۲۵۔ الحجر' ۶

۲۶۔ فصلت' ۴۱ ۲۷۔ فصلت' ۴۲